

رینٹ (کرایہ) کے مولوی

تعارف میرزا ابوالحسن اصفہانی

ولادت۔ ۱۹۰۲ء

وفات۔ ۱۹۸۱ء (کراچی)

مصنف۔ قومی رہنما تحریک پاکستان۔ قائد اعظم کے قریبی ساتھی۔ ممبر بنگال قانون ساز اسمبلی (۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۷ء)۔ ممبر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی (۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۷ء)۔ سیاست دان۔ سرکاری وزیر برائے صنعت و تجارت (۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۵ء)۔

(پروفیسر محمد اعظم، سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور، وفیات مشاہیر پاکستان، مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۹۰ء، ص ۸)

میرزا ابوالحسن اصفہانی نے قائد اعظم پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی، جس کا نام ”QAID E AZAM JINNAH AS I KNEW HIM“ اس کتاب کا ایک اردو ترجمہ ”قائد اعظم میری نظر میں“ ۱۹۷۶ء میں مکتبہ شاہکار لاہور نے شائع کیا، دوسرا اردو ترجمہ ”قائد اعظم جناح، جیسا میں انہیں جانتا ہوں“ کے نام سے مکتبہ آتش فشاں ۸۷ سٹیج بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا۔

تحریک پاکستان کی مخالفت میں مولوی حسین احمد کانگریسی نے اپنی تمام تر توانیاں صرف کیں، مسلم لیگ سے مخالفت کا آغاز جون ۱۹۳۶ء میں لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کے اجلاس کے دوران ہوا، اور پھر جمعیت علمائے ہند مولوی حسین احمد کانگریسی کی قیادت میں مکمل طور پر کانگریس کی گود میں چلی گئی، اس مخالفت کی تفصیل حضرت قائد اعظم کے ساتھی مرزا ابوالحسن اصفہانی کی زبانی سنئے !

”پارلیمانی بورڈ کے جلسے کے دوران کئی تقریریں ہوئیں، جو ہمارے تقریر کرنے کے روانتی شوق کے عین مطابق تھیں، مجھے یاد ہے کہ پہلے روز مفتی کفایت اللہ اور حسین احمد دینی نے مسٹر جناح کی تائید کی اور ان کی تحریک پر کہ مسلم لیگ کو زندہ سیاست کے اکھاڑے میں لایا جائے خوشنودی کا اظہار کیا، لیکن آخری روز ان دو عالموں میں سے ایک نے تجویز پیش کی کہ چونکہ انتخابات میں ایک جماعت کی حیثیت سے مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے موثر اور مسلسل پروپیگنڈا کی ضرورت ہوگی، لہذا دیوبند اپنے تمام ذرائع لیگ کی خدمت میں پیش کر دے گا، بشرطیکہ پروپیگنڈا کا خرچ لیگ برداشت کرے، اندازہ یہ لگایا گیا کہ شروع میں کوئی پچاس ہزار روپے درکار ہوں گے، ظاہر ہے کہ اس وقت لیگ کے صندوقے میں پچاس تاجے کے سکے بھی نہ تھے، صدر اور سیکرٹری جو دونوں اعزازی تھے اپنے تھیلوں میں اٹھائے پھرتے تھے۔

جون ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے پاس کوئی روپیہ نہ تھا، لہذا مسٹر جناح مولانا کی یہ پیشکش منظور نہ کر سکے کہ مالی امداد کی شرط پر وہ دارالعلوم دیوبند کے تمام ذرائع تبلیغ ان کے لئے وقف کر دیں گے، مولاناؤں کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے، جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی، یہ میرے لئے ایک تلخ صدمے کا باعث ہوا، کیونکہ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ خود علمائے دین مسلمانوں کے راستے میں جو اپنی قومی آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے، حائل ہو جائیں گے، مجھے کبھی یقین نہ آتا تھا کہ ایسے قابل تعظیم حضرات ذاتی اور جماعتی مفادات کو قوم کے مفادات پر مقدم رکھیں گے۔“

(قائد اعظم میری نظر میں، از مرزا ابوالحسن اصفہانی، شاہکار ایڈیشن، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۰)

قائدِ اعظم جناح

پیرائیں انھیں سائنس دانوں



ایم اے ایچ اصفہانی

قائدِ اعظم جناح

پیرائیں انھیں سائنس دانوں

ایم اے ایچ اصفہانی

تعارف

”قائد اعظم جناح — جیسا میں انہیں جانتا ہوں — مرحوم مرزا ابوالحسن اصفہانی نے اپنی یادداشتوں پر استوار کی ہے۔ تحریک پاکستان کے ارتقاء اور ہم سیاسی واقعات اور شخصیتوں کے حوالے سے مصنف نے اپنی یادداشتوں کو تاہم اس خط و کتابت سے قائم کی ہے جو ان کے اور قائد اعظم کے درمیان ہوتی رہی۔ اس مثنوی دستاویزی ثبوت کے کتاب کی دستاویزی اہمیت مضبوط کر دی ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان جو مایوسیوں اور ناامیدیوں کا قبرستان بن چکا تھا۔ جہاں سیاست میں مول تول اور بولی چلتی تھی۔ جہاں چڑھتے سورج کی پرستش کا رواج ہو چکا تھا۔ سیاست کا لفظ مجھوٹ، دغا، فریب، بے اصولی و مطلب برآری اور جرم کا ہم معنی ہو چکا تھا۔ اس ماحول کی بادشاہ کو کس طرح قائد اعظم نے اپنے کردار کی خوبیوں، ناقابل شکست کھرے پن، انتہا درجے کی اور کسی بھی صورت میں بدعنوانیوں اور بے ایمانیوں کو برداشت نہ کرنے کی جرأت، ہمت اور حوصلے نے امیدوں کی صبح بہار میں بدل کر رکھ دیا۔ کہ بجھے ہوئے دل و حرکتیں لگے۔ پشمرہ چہرے بتناشت سے دمک اٹھے اور بکھری اور بٹی ہوئی ڈانوا ڈول قوم ایسی مضبوط اور ثابت قدم ہو گئی کہ جیسے اسلام کا ابتدائی دور لوٹ آیا ہو۔ آزادی کی تعریف متعین ہوئی اور پاکستان تک پہنچنے والا محال، پھر غار، پھر خطر اور پھر غم راستہ جسے عبور کرنا ناممکن العمل کہا جاتا تھا، قائد کی بلند حوصلگی، بلند ہمتی اور پُر تاب لیڈ شپ سے سر ہو گیا۔

مرحوم حسن اصفہانی نے اس کتاب کے ذریعے جو مواد دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ معرکے ہی کا نہیں، یادگار اور عالی شان بھی ہے۔ جو قائد کی بے مثال، لازوال اور بلند بالا شخصیت کو ایک نئے رخ سے دیکھنے کا باعث بننا ہے۔ یہ مواد قائد اعظم اور تحریک پاکستان

کے حوالے سے کئی چہروں پر پڑے ہوئے نقاب تیار کر دیتا ہے۔ اس کتاب کا یہ پہلو خاصا حیرت انگیز ہے اور معلوماتی بھی۔

”قائد اعظم جناح“ — جیسا میں انہیں جانتا ہوں۔ ”حسن اصفہانی نے اصلاً انگریزی میں

QAID - E - AZAM JINNAH
AS I KNEW HIM

کے عنوان سے لکھی تھی۔ جس کا پہلا ایڈیشن جون ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ اسے طے والی پذیرائی اور اہمیت کے پیش نظر مصنف نے اس پر نظر ثانی کی۔ ترمیم اور اضافے کے ”مسلم لیگ آف آرم کرسی سے عوام تک“ کے عنوان سے ایک نئے مگر طویل اور اہم باب کا اضافہ کیا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔ مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کی خواہش پر مصنف نے اس کے اردو ترجمے کا اہتمام بھی کیا۔ لیکن اردو ترجمہ محترمہ کی وفات کے بعد ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا۔ اور جلد ہی بعد ناپید ہو گیا۔

ہم نے مرحوم حسن اصفہانی کی قائد اعظم کے ساتھ پُر اعتماد اے بے ریا اور جاں فشانی سے لبریز رفاقت، شاگردی اور عقیدت اور اس کتاب کی وقعت اور اہمیت کے پیش نظر محترمہ یگم قمر اصفہانی سے اس کی اردو تراجمت کے لئے بات کی۔ محترمہ جن کا اپنے مرحوم خاوند کی طرح قائد اعظم اور پاکستان کے ساتھ لگاؤ والہانہ ہے۔ انہوں نے ہماری پیش کش کو بے حد سراہا۔ اور اشاعت کے معاہدے کی تکمیل میں خاصی دلچسپی لی۔ محترمہ یگم اصفہانی کے ساتھ ساتھ مرحوم اصفہانی کے بیٹوں مرزا محمد اصفہانی، مرزا ضیاء اصفہانی اور بیٹی مسز ایران اصفہانی رحیم کی دلچسپی نے بھی گم نامی میں پڑھی اس مستحق کو عام کرنے میں خصوصی کردار ادا کیا ہے۔

منیر احمد منیر

لاہور ۹ اگست ۱۹۸۸ء

کسی زمانے میں با عظمت مسلم قوم کے ساتھ کی جاتی رہی ہیں۔

انہوں نے یہ یقین دلایا کہ جس صورت حال کی ہیں شکایت تھی وہ ہمیشہ کے لئے مدفون ہو چکی ہے، اور یہ کہ اب سے آل انڈیا مسلم لیگ ایک زندہ تنظیم اور ملک بھر میں ایک عوامی تحریک بن جائے گی۔ انہوں نے اس پر زور دیا کہ اگر ہمیں بحیثیت قوم کے زندہ رہنا ہے اور اپنے حقوق کو طلب کرنا اور حاصل کرنا ہے تو ہمارے رہنماؤں کو عوام سے پہلے سے زیادہ رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہوگی اور اپنی قوت اور طاقت انہی سے حاصل کرنا ہوگی۔ ہم ان کے طرز تکلم اور انہماک خیال کے خلوص سے ایسے متاثر ہوئے کہ ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ جو کچھ ہمیں بتا رہے ہیں وہ کر کے رہیں گے اور ہم نے وعدہ کیا کہ کلکتے واپس جا کر ہم اپنی جماعت سے یہ سفارش کریں گے کہ ہم سب مجموعی طور پر آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں، اور کوئی صوبائی جماعت بنانے کا ارادہ ترک کر دیں جس سے محض ہمارے دشمنوں کو فائدہ پہنچے گا، کیونکہ اب تک وہ یہ بخوبی سمجھ گئے تھے کہ کس طرح ایسی جماعت یا قوم کے افراد کو جن میں تفرقہ ہو ایک دوسرے سے لڑوا کر اس پر آسانی سے حکومت کی جاسکتی ہے۔

چونکہ اس وقت مسلم لیگ کوئی قابل ذکر جماعت نہ تھی، بلکہ بہت سالوں سے نہیں رہی تھی۔ اسی لئے مسٹر جناحؒ نے عبدالرحمن صدیقی کو اور مجھے ناظم مقرر کیا اور میں یہ کام سپرد کیا کہ ہم بنگال میں نئی مسلم لیگ پارٹی قائم کریں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ چونکہ میں دونوں میں کم عمر تھا لہذا ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرنے اور مختلف کاموں کو سرانجام دینے کی زیادہ تر ذمہ داری میرے ہی سر پہ گئی۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن اس میں کامیابی ناممکن نہیں اور یہ کہ اگر قوت ارادی اور کام کی ہمت موجود ہو تو انہیں یقین تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں مسلم لیگ مسلمانوں کی سیاسی تنظیم کی حیثیت سے صوبہ بنگال میں کام شروع کر دے گی۔ ہمیں ضروری ہدایات دینے کے بعد انہوں نے ہمیں خدا حافظ کہا اور ایلڈن دلایا کہ جب کبھی ہمیں ضرورت ہو وہ مشورہ اور مدد دینے کے لئے موجود رہیں گے اور ضروری مدد کے لئے انہیں جہاں بھی بلایا جائے گا وہ ضرور جائیں گے۔

آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے لاہور کے جلسہ کا ذکر ختم کرنے سے پہلے میں ایک

ایسے واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے مجھے تعجب بھی ہوا اور سخت رنج بھی۔
پارلیمنٹری بورڈ کے جلسے کے دوران کئی تقریریں ہوئیں جو چارے تقریر کرنے کے روائی
شوق کے عین مطابق تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے روز مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی
نے مسٹر جناح کی تائید کی اور ان کی اس تحریک پر کہ مسلم لیگ کو زندہ سیاست کے اکھاڑے
میں لایا جائے خوشنودی کا اظہار کیا۔ لیکن آخری روز ان دو عالموں میں سے ایک نے یہ تجویز
پیش کی کہ چونکہ انتخابات میں ایک جماعت کی حیثیت سے مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے موثر اور
مستقل پروپیگنڈہ کی ضرورت ہوگی لہذا دیوبند اپنے تمام ذرائع لیگ کی خدمت میں پیش کر
دے گا۔ بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اندازہ یہ لگایا گیا کہ شروع میں
کوئی پچاس ہزار روپے درکار ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت لیگ کے صندوق میں پچاس
تانبے کے سکے بھی نہ تھے۔ صدر اور سیکرٹری جو دونوں اعزازی تھے اپنے دفتر اپنے تھیلوں میں
اٹھائے پھرتے تھے۔

مولانا کو مسلم لیگ کی مالی حالت کا علم ہم میں سے جو لوگ جلسے میں حاضر تھے ان میں سے
بیشتر کی نسبت زیادہ اچھی طرح تھا۔ اس لئے وہ اپنی تجویز کے اس جواب کے بھی ضرور متوقع
ہوں گے جو ظاہر ہے کہ دیا جاسکتا تھا۔ مسٹر جناح کو انہیں بتانا پڑا کہ ایسی کوئی رقم موجود نہ
تھی اور نہ ہی انہیں یہ امید تھی کہ وہ مستقبل قریب میں اتنا روپیہ جمع کر سکیں گے۔ انہوں
نے سب سے اپیل کی کہ وہ جو بھی ذرائع خود فراہم کر سکیں ان سے کام لیں اور کوئی مثبت
نتیجہ پیدا کر کے دکھائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہم سچے دل سے ان کی
بھلائی کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں تو روپیہ بلاشبہ ضرور مل جائے گا۔ لیکن پہلے ہم کام کر
کے تو دکھائیں۔

ان کے یہ الفاظ کتنے سچے تھے یہ آنے والے سالوں میں ثابت ہو گیا جب انہوں نے
مسلمانوں کو ملک کی تیسری طاقت بنا دیا، بلکہ انگریز اور ہندو دو طاقتیں موجود تھیں۔ بعد کے دنوں
میں انہوں نے جب بھی روپے کے لئے درخواست کی مسلمانوں نے ہمیشہ مستعدی اور فیاضی سے
لبیک کہا، ملک کے سب گوشوں سے دو آنے سے لے کر لاکھوں روپے کی رقمیں آنا شروع

برگنیں لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں یہ بعد کے زمانے میں ہوا۔ جون ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے پاس کوئی روپیہ نہ تھا اور لہذا مسٹر جناح مولانا کی پریش کشی منظور نہ کر سکے کہ مالی امداد کی شرط پر کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے تمام ذرائع تبلیغ ان کے لئے وقف کر دیں گے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولاناؤں کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف دھلتے گئے، اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تھکنے پورے کر سکتی تھی، یہ میرے لئے ایک تلخ صدمہ کا باعث ہوا۔ کیونکہ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ خود علمائے دین مسلمانوں کے راستے میں جو اپنی قومی آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے، حائل ہو جائیں گے۔ مجھے کبھی یہ یقین نہ آتا تھا کہ ایسے قابل تعلیم حضرات ذاتی اور جماعتی مفادات کو قوم کے مفادات پر مقدم رکھیں گے۔ لاہور کے جلسے کے بعد سے مسٹر جناح نے بہت تیزی اور محنت سے کام شروع

کر دیا۔ انہوں نے صوبوں کا دورہ کیا اور نہ صرف ان مقامات میں بلورڈ قائم کئے جہاں وہ موجود نہ تھے بلکہ جن بورڈوں نے کام شروع کر دیا تھا ان میں ایک نئی جان اور حرکت پیدا کر دی۔

لاہور سے واپس آتے ہوئے عبدالرحمن صدیقی اور میں اس خیال سے خوش تھے کہ ہم

نے مسٹر جناح کی دعوت قبول کر لی، اور اس کے شکر گزار تھے کہ ہم نے اپنے وقت اور روپے

کا اچھا مصرف کیا۔ ہمیں اس سے بے انتہا مسرت تھی کہ چوٹی کے مسلمان رہنماؤں کو آل انڈیا

مسلم لیگ کو از سر نو تنظیم دینے اور عوام کو اس جدوجہد کے لئے جو درپیش تھی اور ناگزیر معلوم

ہوتی تھی منظم کرنے کی ضرورت کا دوبارہ احساس پیدا ہو گیا تھا۔ جس روز ہم کلکتے پہنچے اسی

دن ہم خواجہ نور الدین اور نئی مسلم مجلس میں اپنے دیگر رفقاء کے کار سے ملے۔ ہم نے اسے لاہور

کے اجلاس کی کارروائی سے مطلع کیا اور مسٹر جناح سے اپنی نجی ملاقات کا بھی ذکر کیا۔ کچھ

بحث و تمحیص کے بعد اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ ہمیں صوبوں میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم

کرنے کی سعی کرنی چاہیے، کیونکہ ایک متحدہ کل ہند جماعت کے بغیر مسلمانوں کے لئے اپنے سیاسی

مقصد کو حاصل کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا لہذا ہم نے ایسے لوگوں کے جو

عمل کے ساتھ پہلے کلکتے میں کام شروع کر دیا جو نئے نئے کسی مذہب میں داخل ہوئے ہوں۔

اسی زمانے میں بنگال کی دونوں جماعتوں یعنی متحدہ مسلم پارٹی اور کزنسک پر جا پارٹی